قرآن مجید اور عدل علی علیہ السلام

سید حسنین عباس گردیزی[1]

کلیدی کلمات: سیرت علیؑ، عدل علیؑ، تاویل قرآن، اسباب نزول، قضاوت

خلاصہ

قرآن مجید اور علیؑ کا رشتہ اتنا محکم ہے کہ جن میں جدائی ناممکن ہے۔ قرآن کا اثر جس طرح رسول اللہؐ پر ہوا اس طرح علیؑ کے سوا کسی اور پر نہیں ہوا۔ اس کے راز کو خود علیؑ نے نہج البلاغہ کے ایک خطبے میں بیان فرمایا ہے۔ جس کے مطابق علیؑ نزول وحی سے لے کر آخر تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے اور ان کی تربیت نزول قرآن کے سائے میں ہوئی۔ علیؑ اور قرآن میں گہرے تعلق کی ترجمان وہ احادیث نبوی ہیں جن کو فریقین نے اپنی کتابوں نے نقل کیا ہے۔ ان سب سے زیادہ مشہور حدیث ثقلین ہے اور اس کے بعد بہت سی اور احادیث میں بھی علیؑ کے عالم قرآن ہونے کے محکم شواہد ملتے ہیں۔ پھر علیؑ نے اپنی عملی سیرت سے بھی ثابت کر دیا کہ اُن کی پوری زندگی قرآن میں ڈھلی ہوئی تھی۔ خاص کر عدل علیؑ کو دیکھا جائے تو آپ کا طرز عمل قرآن کی عملی تفسیر تھا۔ خلافت علیؑ کے دوران بے شمار ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے قرآن مجید اور عدل علیؑ میں مکمل مطابقت پائی جاتی ہے۔ اس مقالے میں سیرت علیؑ میں سے فقط عدل وانصاف کے چند واقعات کو فریقین کی کتب سے نقل کرکے ثابت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد علیؑ کا عدل وانصاف، قرآن کی مکمل تفسیر تھا اور حضرت علیؑ نے کبھی بھی قرآنی عدل وانصاف کے بر خلاف عمل نہیں کیا۔

قرآن سے حضرت علی علیہ السلام کا تعلق اتنا محکم اور استوار ہے کہ ان میں جدائی نا قابل تصور ہے۔ قرآن حضرت علی علیہ السلام کے رگ وپے اور خون میں سرایت کر چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد قرآن کا اثر جس طرح حضرت علی علیہ السلام پر ہوا، آپ کے علاوہ کسی پر نہیں ہوا۔ علی علیہ السلام نے جس طرح قرآن کو جانا اور جس طرح اس پر عمل کیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نے اس طرح عمل نہیں کیا۔ اس کا راز علی علیہ السلام نے خود بیان فرمایا ہے۔

" وَلَقَد کُنتُ اَتبِعُہُ اِتّباعَ الفصیل اَثَرَ اُمِّہٖ یرفَعُ لِی فی کُلِّ یومٍ من اخلاقِہٖ عَلَمًا ویأمُرُنِی بالاقتداء بِہٖ وَلَقَد کانَ یُجاوِرُ فِی کُلِّ سَنَۃٍ بِحَرَاءَ فاَرَاہ ولایَرَاہُ غَیرِی. وَلَمْ یَجمَعْ بَیتٌ واحدٌ یومئذٍ فِی الاسلام غَیرُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و خدیجہ و اَنَا ثالثُھما. اریٰ نورَ الوحی والرّسالَۃِ واَشمُّ رِیحَ النُّبُوَّۃِ. وَلَقَد سَمِعتُ رنَّۃَ الشیطانِ حِینَ نَزَلَ الوحیُ علیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. فَقُلتُ یا رسولَ اللہ ما ھذہ الرَّنَّۃُ؟ فقال ھذا الشیطان اَیِسَ مِن عبادتہ انّکَ تَسمَعُ مَا اَسمَعُ وتریٰ ما اریٰ اِلاَّ اَنَّکَ لَستَ بنبیٍّ ولٰکِنَّکَ وزیرٌ واِنّکَ لَعلیٰ خیر" (1)

ترجمہ: "اور میں آنحضرتؐ کے پیچھے پیچھے یوں لگا رہتا تھا جیسے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے۔ آپ ہر روز میرے لیے اخلاق حسنہ کے پرچم بلند کرتے تھے اور مجھے ان کی پیروی کا حکم دیتے تھے اور ہر سال (کوہ) حرا میں کچھ عرصہ قیام فرماتے اور وہاں میرے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی نہیں دیکھتا تھا۔ اس وقت کسی گھر کی چار دیواری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور (ام المومنین) خدیجہ سلام اللہ علیہا کے علاوہ تیسرا مسلمان میں تھا۔ میں وحی ورسالت کا نور دیکھتا تھا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا۔ جب آپ پر (پہلی) وحی نازل ہوئی تو میں نے شیطان کی ایک چیخ سنی، جس پر

---

[1] ۔ مدرس جامعۃ الرضا ومدیر اعلیٰ مجلّہ نور معرفت، بارہ کہو اسلام آباد۔

میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ یہ آواز کیسی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شیطان ہے کہ جو اپنے پوجے جانے سے مایوس ہوگیا ہے۔ (اے علیؑ) جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو لیکن تم نبی نہیں ہو بلکہ میرے وزیر و جانشین ہو اور یقیناً بھلائی کی راہ پر ہو۔"

اس قول کی رو سے علی علیہ السلام نزول وحی سے لے کر آخر وقت تک آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہے، ان کی تربیت نزول قرآن کے سایے میں ہوئی۔ قرآن اور علی علیہ السلام کے آپس میں گہرے رشتے اور لاینفک تعلق کی بنیاد احادیث نبوی ﷺ ہیں جنھیں فریقین نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے، ان میں سب سے زیادہ مشہور حدیث ثقلین ہے جس میں قرآن اور اہلبیتؑ کے باہمی رشتے اور تعلق کو واضح طور پر ذکر کیا ہے۔

"قال رسول اللہ ص: إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثِّقْلَيْنِ كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي وَإِنَّهُمَا لَنْ يَفْتَرِقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ" (2)

ترجمہ: "میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں: ایک اللہ کی کتاب (قرآن) اور دوسری میری عترت اہل بیت، یہ دونوں ہرگز جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیں گے۔"

اس کے علاوہ احادیث کی ایک کثیر تعداد اس مطلب کو بیان کرتی ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"علی مع القرآن والقرآن مع علی، لن یفترقا حتی یردا علی الحوض" (3)

ترجمہ: "علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے یہ دونوں آپس میں جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض (کوثر) پر پہنچ جائیں گے۔" مذکورہ حدیث کو حاکم نیشاپوری، طبرانی، خوارزمی، قندوزمی اور ابن حجر نے اپنی اپنی کتب میں ذکر کیا ہے۔ (4)

حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں بہت ساری کتب میں یہ حدیث بھی نقل ہوئی ہے۔ جس میں ابوسعید خدری نے بیان کیا ہے کہ:

" قال رسول اللہ ﷺ: منکم رجلٌ یقاتل النّاس علیٰ تأویل القرآن کما قاتلتُ علی تنزیلہ، قال: فقال ابوبکر انا ھو یا رسول اللہ؟ قال: لا و قال عمر اَنَا ھو یا رسول اللہ؟ قال: لا ولکِنَّہ خاصِف النَّعْلِ فی الحجرۃ فَخَرَجَ اِلینا علی ابن ابی طالب و معہ نَعْلُ رسول اللہ" (5)

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ایک شخص لوگوں سے تاویل قرآن پر جنگ کرے گا جس طرح میں نے تنزیل قرآن پر جنگ کی ہے۔ حضرت ابوبکر نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! کیا وہ شخص میں ہوں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ حضرت عمر نے پوچھا: کیا وہ میں ہوں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ وہ شخص ہوگا جو حجرے میں جوتے کو پیوند لگا رہا ہے۔ پس اتنے میں علی ابن ابی طالب علیہ السلام حجرے سے نکل کر ہماری طرف آئے اور ان کے ہاتھ میں رسول اللہ ﷺ کی نعلین تھی۔"

امام احمد بن حنبل نے مسند احمد میں، ابن کثیر نے البدایہ والنہایۃ میں، ابن الاثیر نے اسد الغابۃ میں حاکم نیشاپوری نے مستدرک میں، ھیثمی نے مجمع الزوائد میں، طبرانی نے معجم الصغیر میں، بیہقی نے دلائل النبوۃ، اور امام نسائی نے السنن الکبری میں اس حدیث کو اپنی اپنی اسناد سے ذکر کیا ہے۔ (6)

قرآن مجید کا مکمل علم رسول خدا ﷺ کے پاس تھا۔ ان کے بعد یہ علم جس ہستی کے پاس تھا وہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے۔

جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہوا ہے تأویل قرآن کا علم بھی حضرت علی علیہ السلام کے پاس تھا۔ آیات کے شان نزول، اسباب النزول کے بارے میں آپ مکمل آگاہ تھے۔

اصبغ بن نباتہ نے روایت کی ہے کہ جب امیر المومنین علی علیہ السلام کی خلافت پر بیعت کی گئی تو اس وقت آپؑ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا:

''سلونی قبل ان تفقدونی فواللہ! اِنی لاعلم بالقرآن وتاویلہ من کُلِّ مُدَّعِ علمہ فوالّذی فَلَقَ الحَبَّۃَ وبَرَاالنَّسَمۃ لو سأَلتُمونی عن آیۃ لَاَخْبَرْتَکُم بوقتِ نُزُولِہا وفِیْمَ نَزَلَتْ'' (7)

ترجمہ: ''مجھ سے پوچھو اس سے پہلے کہ میں تمہارے درمیان نہ رہوں، اللہ کی قسم! میں قرآن اور اس کی تأویل سے، اس علم کے ہر دعویٰ کرنے والے سے زیادہ جانتا ہوں۔ مجھے اس ذات کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور مخلوق کو پیدا کیا۔ اگر تم مجھ سے کسی بھی آیت کے بارے میں پوچھو تو میں تمہیں اس کے نزول کا وقت بھی بتاؤں گا اور یہ بھی بتاؤں گا کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔''

علی علیہ السلام قرآن کے نزول کی تمام خصوصات کو زمان و مکان کے لحاظ سے جانتے تھے۔ انہوں نے خود فرمایا ہے:

''وَاللہِ، مَانَزَلَتْ آیَۃٌ اِلاَّ وَقَدْ عَلِمْتُ فِیمانَزَلَتْ وَاَیْنَ نَزَلَتْ'' (8)

ترجمہ: اللہ کی قسم! میں ہر نازل ہونے والی آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ کہاں نازل ہوئی ہے اور کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

ایک اور مقام پر آپؑ فرماتے ہیں:

''سلونی من کتاب اللہ فانَّہ لَیْسَ مِنْ آیَۃٍ اِلاَّ وقد عَرَفْتُ أَبِلَیْلٍ نَزَلَتْ اَوْ بِنَہارٍ فِی سَہْلٍ اَوْ جَبَلٍ'' (9)

ترجمہ: ''مجھ سے کتاب الٰہی کے بارے میں سوال کرو۔ قرآن کی کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں میں نہ جانتا ہوں کہ رات کو نازل ہوئی ہے یا دن میں، میدانی علاقے میں نازل ہوئی ہے یا پہاڑ میں''

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب مجھے معراج پر لے جایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھؐ سے فرمایا:

'' یا محمد، عِلی علیم بکُلِّ ماانزلتُ مِن الحلال والحرام والفرائضِ والاحکام والتنزیل وتأویل والمحکم والمتشابہِ والناسخ والمنسوخ'' (10)

ترجمہ: ''اے محمد ﷺ! علیؑ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جو میں نے حلال وحرام، فرائض، احکامات نازل کیے ہیں اسی طرح وہ تنزیل قرآن، تاویل قرآن اور اس کی محکم و متشابہ اور ناسخ و منسوخ (تمام آیات) کا علم رکھتا ہے۔''

قرآن مجید میں ناسخ اور منسوخ آیات ہیں، اسی طرح محکم و متشابہ اور خاص و عام آیات ہیں۔ ان آیات کے بارے میں صحابہ کرام اور مفسرین کا اختلاف ہے، لیکن علی علیہ السلام کے پاس ان سب کا علم موجود تھا اور ایسا نبی کریم ﷺ کی دعا کی برکت سے ہوا۔ جیسا کہ علی علیہ السلام نے خود فرمایا ہے:

''مَا نَزَلَتْ عَلٰی رَسُولِ اللہِ ﷺ آیۃٌ من القرآن اِلاَّ اقرأ ینہا واَمْلَاَ ہَا عَلیَّ فَکَتَبْتُہا بخطی، علّمنی تأ ویلَہا وتفسیرَ ہا، وناسخہا ومَنْسُوخَہا، و محکمہا ومتشابتہھا وخاصّہا وعامہا و دعا اللہ لی ان یعطینی فَہْمَہا وحفظہا ما نسیت آیۃً من کتاب اللہ تعالیٰ وعلماً اَمْلاہ علیّ وکتبتُہ منذ دعااللہَ لِی بہادعا'' (11)

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ پر قرآن کی جو بھی آیت نازل ہوئی آپؐ نے مجھ پر اس کی قرأت فرمائی اور مجھے لکھوائی اور میں نے اپنے ہاتھوں سے اسے لکھا، رسول خدا ﷺ نے اس آیت کی تاویل اور تفسیر کی مجھے تعلیم دی، ناسخ اور منسوخ آیات، محکم اور متشابہہ آیات، خاص اور عام آیات سب مجھے بتایا، اور میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ وہ مجھے آیات کا فہم عطا فرمائے اور انہیں یاد رکھنے کی توفیق دے۔ پس جب سے آنحضرت ﷺ نے میرے لیے دعا فرمائی۔ اس وقت سے نہ میں کتاب الٰہی میں سے کسی آیت کو بھولا ہوں اور نہ ہی کسی، آیت کو فراموش کیا ہے جو آپؐ نے مجھے املاء کروائی تھیں۔''

قرآن مجید کی تمام آیات کو علی علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے لکھا اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں لکھوایا۔ انہوں نے خود فرمایا ہے:

"اِنَّ کُلَّ آیۃٍ اَنْزَلَھا عَلٰی محمدٍ ﷺ عِنْدِی بِاِمْلَاء رسول اللہِ وخَطِ یَدِی" (12)

ترجمہ: "حضرت محمد ﷺ پر نازل ہونے والی ہر آیت میرے پاس ہے جسے رسول خدا ﷺ نے مجھے لکھوایا اور میں نے اُسے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔"

حضرت علی علیہ السلام کے پاس قرآن کے ظاہر اور باطن کا علم تھا۔

"عَنْ ابن مسعود اَنَّہ قَالَ اِنّ القرآنَ اَنْزَلَ عَلٰی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ، مَامِنھا حرفٌ الاَّ وَلَہ ظَھْرٌ وبَطْنٌ، وَاِنَّ علی ابن ابی طالب عِنْدہ مِنَ الظَاھِرَ وَالبَاطِنِ" (13)

ترجمہ: "ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ اس نے کہا ہے قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا۔ اور ہر حرف کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے اور علی ابن ابی طالبؑ کے پاس اس کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔"

حضرت علی علیہ السلام تمام صحابہ کرام سے فقہ القرآن میں زیادہ عالم تھے۔ قرآن کے حلال وحرام کا سب سے زیادہ علم انہیں حاصل تھا۔ جیسا کہ آپؑ خود ارشاد فرماتے ہیں:

"وَمَاتَرَکَ شَئْیًا عَلَّمَہُ اللہُ مِنْ حلالٍ وَلَاحرامٍ وَلَا امْرٍ وَلَانَھیٍ کان اویکون ولا کتاب مُنْزلٍ علی احدٍ قَبْلَا مِنْ طاعَۃٍ اَوْ مَعصِیَۃٍ اِلَّا علَّمَنِیْہِ وَ حَفِظْتُہُ فَلَمْ اَنْسَ حَرْفًا وَاحِدًا، ثُمَّ وَضَعَ یَدَہٗ عَلٰی صَدْرِی وَدَعَا اللہِ لِی اَنْ یَمْلأ قَلْبِی عِلْمًا وَفَھْمًا وَحُکْمًا وَنُوْرًا" (14)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو حلال وحرام، امر اور نہی جو ہوا اور جو ہونا ہے کی تعلیم دی اور آنحضرت ﷺ سے پہلے جو کتاب اطاعت اور معصیت کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ سب علم آپؐ نے مجھے عطا فرمایا اور میں نے اُسے یاد کرلیا اور اس علم میں سے میں ایک حرف بھی نہیں بھولا، پھر پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے سینے پر رکھ کر میرے لیے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ میرے قلب کو علم وفہم حکمت اور نور سے پُر کردے"

حضرت علی علیہ السلام کا قرآن کے متعلق تمام جہات سے کامل علم اور قرآنی آیات کا آپ کے دل وجان میں سرایت کرنا اس بات کا موجب بنا کہ آپ کی گفتار، رفتار اور کردار اور عمل سب قرآن کی تفسیر بن گیا اور قرآنی آیات کا عکس آپ کی سیرت میں پورے طور پر جلوہ، افگن ہو گیا۔ قرآن کی تجلی علی علیہ السلام کے کردار میں نمایاں ہو گئ لہٰذا بجا طور پر آپ کو قرآن ناطق کے لقب سے نوازا گیا۔

قرآن اور عدل علیؑ:

قرآن مجید کی بنیادی اور اہم ترین تعلیمات میں سے ایک عدل وانصاف کا حکم ہے۔ اس پر قرآن میں بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

"لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتَابَ وَالْمِیزَانَ لِیَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ" (15)

ترجمہ: "بتحقیق ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل دے کر بھیجا ہے اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا ہے تاکہ لوگ عدل وانصاف قائم کریں۔"

اس آیت میں تمام انبیاء کے معبوث ہونے کی غرض وغایت کا خلاصہ بیان فرمایا ہے کہ ان کو شریعت، آیات بنیات، کتابیں اور میزان عنایت ہوئی ہیں تو ان سب کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ عدل وانصاف قائم کریں۔

اسی طرح قرآن مجید سورہ مائدہ میں ارشاد فرماتا ہے:

"وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ" (16)

ترجمہ: "اور اگر آپ فیصلہ کرنا چاہیں تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیں بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

قرآن مجید کی ایک اور آیت میں سب لوگوں کو عدل وانصاف کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

"إِنَّ اللّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّواْ الأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُواْ بِالْعَدْلِ" (17)

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے اہل کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل وانصاف کے ساتھ کرو۔"

ان آیات اور عدل وانصاف کے بارے میں قرآن کی دیگر آیات کی روشنی میں جب ہم علی علیہ السلام کے سیرت و کردار کو دیکھتے ہیں تو وہ ہمیں پورے طور پر عدل کے سانچے میں ڈھلا ہوا نظر آتا ہے۔ بلکہ وہ ہمیں مجسمہ عدل نظر آتے ہیں۔ ان آیات کی تجلی ان کے عمل و کردار میں واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔

عدل اپنے اندر وسیع مفہوم رکھتا ہے اور اپنے وسیع معنوں میں ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاکم ہے قضاوت کی مسند ہو یا عدالت کی کرسی ہو، بیت المال کی تقسیم ہو یا غلاموں اور آقاؤں کے حقوق، عرب و عجم کا مسئلہ ہو یا حکومتی وظائف کی بات ہو، حکمرانوں کے فرائض ہوں یا رعایا کے حقوق، ان سب امور میں علی علیہ السلام سے بڑھ کر کوئی عادل نظر نہیں آتا۔ بلکہ مشہور ہے کہ ان کی شہادت کا سبب ان کا انتہائی درجے کا عدل ہے۔ وہ ہر قسم کے ظلم وجور سے پاک تھے وہ خود فرماتے ہیں کہ اگر ہفت اقلیم کی حکومت بھی مجھے دے دی جائے اور اس کے بدلے میں یہ کہا جائے کہ چیونٹی کے منہ سے چاول کا چھلکا چھین لوں تو میں اسے قبول نہیں کروں گا۔ انہوں نے فرمایا:

"واللهِ لو أُعْطيت الأقاليم السبعة بما تحت أفْلَا كها على ان اعصى الله في نملةٍ أسْلبها جلب شعيرةٍ ما فَعَلْتُه" (18)

رسول اللہ ﷺ کے بعد علی علیہ السلام قرآن مجید کی اس آیت "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ" (19) کے واضح ترین مصداق تھے۔ وہ کس طرح اپنے رب کی مخالفت کر سکتے تھے جبکہ اس کا فرمان ہے:

"إِنَّ اللّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ" (20)

ترجمہ: "بے شک اللہ عدل واحسان کا حکم دیتا ہے۔"

حضرت علی علیہ السلام کے عدل وانصاف کے متعلق ابن مردویہ سے روایت نقل ہوئی کہ جب علی علیہ السلام یمن سے واپس آئے (اور رسول خداؐ حج کے لئے روانہ ہو چکے تھے) تو اپنے لشکر کو پیچھے چھوڑ کر تیزی سے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچایا۔ ان کے لشکر میں ایک شخص نے قیمتی لباس (حلّے) جو آپ یمن سے لے کر آرہے تھے۔ خود بھی پہن لیا اور دوسروں کو بھی پہنچا دیئے۔ جب وہ لشکر علی علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آپ نے ان کی سرزنش کی کہ یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا تاکہ وہ لوگوں کے سامنے خوبصورت لگیں۔

آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے سے پہلے اس میں تصرف جائز نہیں ہے لہٰذا یہ تم نے غلط کیا ہے۔

پس آپ نے ان سب سے لباس اتروا لیے۔ لشکر نے اس رویے پر ان کی شکایت کی۔ پھر جناب سعید خدری نے روایت کی ہے کہ اس موقعہ پر لوگوں نے رسول خدا ﷺ سے حضرت علی علیہ السلام کی تو شکایت کی آنحضرت ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا:

"ايها النَّاسُ لَا تَشْكُوا عَلِيًّا، فَوَاللهِ اِنَّه لَاَخْيشَنُ فی ذات اللهِ من ان يُشْكٰى" (21)

ترجمہ: "اے لوگو! علیؑ کی شکایت نہ کرو، اللہ کی قسم! علیؑ، اللہ تعالیٰ کے (احکام کے) بارے میں بہت زیادہ سخت ہیں۔"

علامہ سیوطی نے کتاب اللالیٔ کے حاشیہ میں اور حافظ گنجی نے اپنی سند سے ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے کھجوریں پڑی تھیں۔ میں نے سلام کیا آنحضرت ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور مٹھی بھر کر مجھے کھجوریں عطا فرمائیں میں نے انہیں گنا تو وہ تہتر (73) کھجوریں تھیں۔ پھر علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت گیا ان کے پاس بھی کھجوریں پڑی تھیں پس میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا میری طرف مسکرائے اور مٹھی بھر کر مجھے کھجوریں عنایت کیں جب میں نے ان کو شمار کیا تو تہتر (73) کھجوریں تھیں۔ میں اس پر بہت حیران ہوا میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دوبارہ آیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں آپؐ کے پاس آیا، آپؐ کے سامنے کھجوریں تھیں آپؐ نے مٹھی بھر کر مجھے کھجوریں دیں میں نے گنا تو وہ تہتر (73) تھیں پھر میں علی علیہ السلام کی خدمت میں گیا انہوں نے مجھے ایک مٹھی بھر کھجوریں دیں جب میں نے شمار کیا تو وہ بھی تہتر (73) تھیں اس پر مجھے بہت تعجب ہوا ہے۔ اس پر نبی اکرم ﷺ مسکرائے اور فرمایا:

"یَا اَبَا هُرَیْرَة، اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ یَدِی وَیَدَ علیؑ ابن ابی طالب فی العَدْلِ سَوَاء"

ترجمہ: "اے ابوہریرہؓ! کیا آپ نہیں جانتے کہ عدل میں میرا اور علی ابن ابی طالبؑ کا ہاتھ یکساں اور برابر ہے۔" (22)

اسی طرح ایک اور واقعہ میں جسے ابن مغازلی نے اپنی کتاب مناقب میں اور جوینی نے فرائد السمطین میں اپنی اسناد سے حبشی بن جنادہ سے نقل کیا ہے کہ میں حضرت ابوبکر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک شخص نے آکر کہا: یا خلیفۃ رسول اللہ، رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ مجھے کھجور کی تین مٹھیاں بھر کر دیں گے۔ حضرت ابوبکر نے کہا کہ علیؑ کو میرے پاس بلاؤ۔ علی علیہ السلام تشریف لائے آئے تو جناب ابوبکر نے کہا۔ اے ابوالحسنؑ یہ شخص یہ دعویٰ کر رہا ہے۔ رسول خدا ﷺ نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے تین مٹھی بھر کر کھجوریں دیں گے۔ پس اسے مٹھی بھر کر کھجوریں دیں پس حضرت علیؑ نے اسے تین مٹھی بھر کر کھجوریں دیں، پھر کہا کہ اسے شمار کرو تو جب میں نے گنا تو ہر مٹھی میں ساٹھ ساٹھ کھجوریں تھیں نہ ایک دانہ کم نہ زیادہ۔

"فقال ابوبکر۔ صدق اللہ و رسولہ، سمعت رسول اللہ ﷺ لیلۃ الھجرۃ ونحن خارجون من مکّہ الی المدینہ یقول: یا ابابکر کفّی وکفُّ علیؑ فی العدل سواءٌ" (23)

ترجمہ: "پس ابوبکر نے کہا: اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے میں نے ہجرت کی رات جب ہم مکہ سے مدینہ کی طرف جا رہے تھے، رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا! اے ابوبکر! عدل میں میرا ہاتھ اور علیؑ کا ہاتھ مساوی ہے۔"

اس روایت کو انہی الفاظ اور سند کے ساتھ علامہ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں، خوارزمی نے مناقب میں اور علامہ قندوزی نے ینابیع المودۃ میں کتاب الفردوس سے بیان کیا ہے۔ (24)

یہاں پر علی علیہ السلام کی حیات طیبہ میں سے عدل وانصاف کے چند نمونے ذکر کرتے ہیں۔

امام صادق علیہ السلام نے بیان کیا ہے ایک شخص حضرت علی علیہ السلام کے پاس بطور مہمان آیا چند دن وہ ان کے ہاں ٹھہرا۔ اس کے دل میں ایک بات تھی۔ جس کا اس نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے ذکر نہیں کیا۔ در حقیقت اس کا کسی اور آدمی سے تنازعہ تھا وہ چاہتا تھا کہ اس کا مخالف فریق آئے تو وہ امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں اپنا مسئلہ پیش کرے۔ جونہی اس نے اس کا اظہار کیا تو انہوں نے فرمایا:

"تحوّل عنّا فانّ رسول اللہ ﷺ نھی ان یضاف الخصم اِلّا ومعہ خصمہ" (25)

ترجمہ: ''میرے ہاں سے چلے جاؤ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مقدمے کی صورت میں کسی ایک فریق کو مہمان بنانے سے منع فرمایا ہے مگر یہ کہ دونوں فریق قاضی کے مہمان ہوں۔''

ایک دفعہ کسی شخص نے خلیفہ ثانی حضرت عمر کے دور میں قاضی سے حضرت علی علیہ السلام کی شکایت کی۔ انہوں نے مدعی اور مدعا علیہ دونوں کو عدالت میں حاضر ہونے کا حکم دیا خود عدالت کی کرسی پر بیٹھے۔ اسلامی اصولوں کے مطابق عدالت میں فریقین مساوی طور پر ایک دوسرے کے برابر بیٹھیں۔ قاضی نے مدعی کا نام پکارا اور اسے اپنے سامنے معین جگہ پر بیٹھنے کا حکم دیا۔ پھر حضرت علیؑ سے کہا: اے ابوالحسنؑ! آپ بھی مدعی کے برابر میں بیٹھ جائیں۔ یہ جملہ سن کر علی علیہ السلام کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور غصے کے آثار چہرے پر نمودار ہوئے۔ قاضی نے کہا کیا آپ کو مدعی کے ساتھ بیٹھنا پسند نہیں ہے؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ میری ناراضگی کی وجہ یہ نہیں ہے کہ میں مخالف فریق کے ساتھ بیٹھوں بلکہ میری ناراضگی کا سبب یہ ہے کہ تم نے اسلامی عدالت کے اصولوں کا مکمل خیال نہیں رکھا کیونکہ تم نے میرا نام احترام سے لیا ہے اور میری کنیت سے بلایا ہے جبکہ میرے مدمقابل کو صرف نام سے پکارا ہے۔(26)

حضرت علی علیہ السلام کے عدل وانصاف کا ایک اعلیٰ نمونہ خود ان کے اپنے دور خلافت کا ہے جب کوفہ میں امیر المومنین علیہ السلام ایک عیسائی کو قاضی کے پاس لے گئے اور اس کے خلاف دعویٰ دائر کیا کہ یہ زرہ میری ہے میں نے نہ اسے کسی کو بیچا اور نہ کسی کو بخشا ہے جبکہ یہ مجھے اس کے پاس سے ملی ہے۔" قاضی نے عیسائی سے کہا خلیفہ نے اپنا مدعا بیان کیا ہے تو کیا کہتا ہے؟اس نے کہا: یہ زرہ تو میری اپنی ہے اس کے باوجود میں خلیفہ کی تکذیب نہیں کرتا ممکن ہے انہیں غلط فہمی ہوئی ہو۔

قاضی امیر المومنین سے مخاطب ہوا اور کہا آپ مدعی ہیں اور وہ منکر ہے، اِس بناء پر (اسلامی اصول کے مطابق) آپ کو اپنے دعوے پر گواہ پیش کرنا ہوں گے۔ علی علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا قاضی سچ کہتا ہے اب مجھے گواہ پیش کرنے چاہیں لیکن میرے پاس گواہ نہیں ہیں۔

قاضی نے گواہ نہ ہونے کی بناء پر عیسائی کے حق میں فیصلہ دے دیا اس نے بھی زرہ اٹھائی اور چلتا بنا۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ زرہ کس کی ہے چند قدم چلنے کے بعد اس کا ضمیر بیدار ہوا واپس پلٹا اور کہا: یہ طرز حکومت اور رویہ کسی عام انسان کا نہیں ہو سکتا یہ تو انبیاء والا طرز حکمرانی ہے۔ اس نے اعتراف کیا کہ یہ زرہ علی علیہ السلام کی ہے۔ کچھ ہی عرصے بعد وہ مسلمان ہو گیا اور بڑے ایمانی جذبے اور شوق کے ساتھ علی علیہ السلام کے پرچم تلے جنگ نہروان میں شرکت کی۔

اس واقعے کو ابن کثیر نے تھوڑے فرق کے ساتھ اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔(27)

علی علیہ السلام کی عدالت کا ایک مظہر بیت المال کی تقسیم اور اس کی حفاظت اور اس کا حد درجہ خیال رکھنا ہے۔

روضۃ الکافی میں محمد بن جعفر عقبی سے نقل ہوا ہے کہ جب امیر المومنین علی علیہ السلام کی بطور خلیفہ بیعت کی گئی تو امیر المومنینؑ نے خطبہ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بجالانے کے بعد فرمایا:

''أیّها النّاس، اِنّ آدم لم یلد عبداً ولا اَمةً، وَاِنَّ النّاسَ کُلُّهُم احرارٌ، ولکنَّ اللهُ خُوّل بعضکم بعضاً، فَمَنْ کان له بلاء فصبرفی الخیر، فلا یمنّ

به علی اللہ عزّوجل اَلا وقد حَضَرَ شییٔ ونحن مسوّون فیه بین الاسود والاحمر۔

فقال مروان لطلحة والزبیر ما اراد بھذا غیرکما''

ترجمہ: ''اے لوگو! آدم نے نہ کوئی غلام جنا اور نہ ہی کنیز، بتحقیق سب انسان آزاد اور حر ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو بعض کے اختیار میں دیا ہے پس جو بھی کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے یا آزمائش میں پڑتا ہے اور وہ صبر کرتا ہے۔ اس میں بھلائی ہے۔ اس کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ پر احسان نہ جتلائے (بلکہ اللہ تعالیٰ کا اس پر احسان ہے کہ اس نے صبر کی توفیق دی۔ آگاہ رہو جو چیز (خراج سے) حاصل ہوگی ہم اسے گورے اور کالے کے درمیان بطور ماوی تقسیم کریں گے۔ اس پر مروان نے طلحہ اور زبیر سے کہا اس سے مراد تمہارے علاوہ کوئی نہیں۔''

راوی کہتے ہیں پھر علی علیہ السلام نے ہر ایک کو تین دینار عطا کیے۔ انصار میں سے ایک شخص کو تین دینار دیے اور ایک حبشی غلام آیا تو اسے بھی آپ نے تین دینار دیئے۔ انصاری نے کہا اے امیر المومنین! یہ غلام ہے جسے میں نے کل آزاد کیا ہے۔ آپ مجھے اور اس کو برابر قرار دے رہے ہیں؟ امیر المومنینؑ نے فرمایا: " میں نے اللہ کی کتاب میں غور کیا ہے اور دیکھا ہے مجھے اسحاق کی اولاد پر اسماعیل کی اولاد کی کوئی برتری نظر نہیں آئی۔"(28)

ابن عبدالبرّ مالکی اپنی کتاب الاستیعاب میں بیان کرتے ہیں۔

جب علی علیہ السلام کے پاس کوئی مال آتا تو آپ سارا کا سارا تقسیم کر دیتے اور ذرا برابر باقی نہ رکھتے۔ بیت المال میں صرف وہ مال بچ جاتا جو اس دن تقسیم کرنے سے عاجز ہوتے اور فرماتے: یا دینا غُرِّی غیری "اے دنیا میرے غیر کو دھوکا دے علیؑ تیرے فریب میں آنے والا نہیں۔

مالیات کو اکٹھے کرنے میں کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے کسی دوست اور قریبی کا لحاظ نہیں کرتے تھے۔ مختلف علاقوں میں گورنر متعین کرتے وقت اہل دین و دیانت کو مقرر فرماتے تھے۔ اور جب کبھی ان کی طرف سے خیانت کی اطلاع ملتی تو فوراً انہیں لکھتے:

''قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ''(29)

ترجمہ: ''تمہارے پروردگار کی طرف سے (یہ قرآن) تمہارے پاس نصیحت ہے۔''

''وَأَوْفُواْ الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ''(30)

ترجمہ: ''اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا کرو۔''

''وَلاَ تَبْخَسُواْ النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلاَ تَعْثَوْاْ فِي الأَرْضِ مُفْسِدِينَ۔ بَقِيَّةُ اللّهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ وَمَا أَنَاْ عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ ''(31)

ترجمہ: ''اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں فساد کرتے نہ پھرو۔ اللہ کی طرف سے باقی ماندہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم مومن ہو اور میں تم پر نگہبان تو نہیں ہوں۔''

آپ اسے لکھتے، جب میرا یہ خط تجھے موصول ہو جو کچھ تیرے پاس ہے اسے محفوظ رکھو یہاںتک کہ میں کوئی ذمہ دار شخص بھیجوں جس کے تم حوالے کردو۔ پھر اپنا منہ آسمان کی طرف کرکے کہتے تھے: اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے انہیں مخلوق پر ظلم کرنے کا حکم نہیں دیا اور نہ ہی میں نے تیرے حکم کو ترک کرنے کا حکم دیا ہے۔(32)

جب آپؑ کے بھائی حضرت عقیلؓ نے بیت المال میں سے کچھ زیادہ حصہ مانگا تو آپ نے لوہے کی سلاخ کو گرم کرکے ان کے قریب کیا تاکہ اپنے بھائی کو سمجھائیں کہ میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ یہ ظلم اور ناانصافی ہے۔ اس واقعہ کو آپ خود بیان فرماتے ہیں:

''بخدا میں نے عقیلؓ کو سخت فقر و فاقہ کی حالت میں دیکھا، یہاں تک کہ وہ تمہارے (حصہ کے) گیہوں میں ایک صاع مجھ سے مانگتے تھے اور میں نے ان کے بچوں کو بھی دیکھا جن کے بال بکھرے ہوئے اور فقر و بے نوائی سے رنگ تیرگی مائل ہو چکے تھے گویا ان کے چہرے نیل چھڑک کر سیاہ کر دیئے گئے ہیں، وہ اصرار کرتے ہوئے میرے پاس آئے اور اس بات کو بار بار دھرایا میں نے ان کی باتوں کو کان دے کر سنا تو انہوں نے یہ خیال کیا کہ میں

ان کے ہاتھ اپنا دین بیچ ڈالوں گا اور اپنی روش چھوڑ کر ان کی کھینچ تان پر ان کے پیچھے ہو جاؤں گا مگر میں نے یہ کیا کہ ایک لوہے کی سلاخ کو گرم کیا اور پھر ان کے جسم کے قریب لے گیا۔ تاکہ وہ عبرت حاصل کریں چنانچہ وہ اس طرح چیخے جس طرح کوئی بیمار درد و کرب سے چیختا ہے اور قریب تھا کہ ان کا بدن اس داغنے سے جل جائے۔ پھر میں نے کہا اے عقیل! رونے والیاں تم پر روئیں کیا تم اس لوہے کے ٹکڑے سے چیخ اٹھے ہو جسے ایک انسان نے ہنسی مذاق میں تپایا ہے اور تم مجھے اس آگ کی طرف دعوت دے رہے ہو جسے خدائے قہار نے اپنے غضب سے بھڑکایا ہے تو تم اذیت سے چیخو اور میں جہنم کے شعلوں سے نہ چلاؤں۔" (33)

اسی خطبے کی ابتداء میں انہوں نے فرمایا:

"وَاللهِ لَاَنْ اَبِیْتَ عَلٰی حَسَكِ السَّعْدَانِ مُسَهَّدًا، وَ اُجَرَّ فِی الْاَغْلَالِ مُصَفَّدًا، اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَلْقَی اللهَ وَرَسُوْلَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ظَالِمًا لِبَعْضِ الْعِبَادِ، وَغَاصِبًا لِشَیْءٍ مِنَ الْحُطَامِ، وَكَیْفَ اَظْلِمُ اَحَدًا لِنَفْسٍ یُسْرِعُ اِلَی الْبِلٰی قُفُوْلُهَا وَیَطُوْلُ فِی الثَّرٰی حُلُوْلُهَا" (34)

ترجمہ: "خدا کی قسم! مجھے سعدان (ایک خاردار جھاڑی ہے جسے اونٹ چرتا ہے) کے کانٹوں پر جاگتے ہوئے رات گزارنا اور طوق و زنجیر میں مقید ہو کر گھسیٹا جانا اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے اس حالت میں ملاقات کروں کہ میں نے کسی بندے پر ظلم کیا ہو یا مال دنیا میں سے کوئی چیز غصب کی ہو، میں اس نفس کی خاطر کیوں کر کسی پر ظلم کر سکتا ہوں جو جلد ہی فنا کی طرف پلٹنے والا اور مدتوں تک مٹی کے نیچے پڑا رہنے والا ہے۔"

علی علیہ السلام کے عدل وانصاف کا ایک اور پہلو نسل پرستی کا خاتمہ ہے، ان کے نزدیک سب برابر تھے۔ ایک دفعہ ایک عرب عورت اور ایک عجمی عورت کے درمیان جھگڑا ہو گیا اور یہ معاملہ علی علیہ السلام کی بارگاہ میں پہنچا تو علی علیہ السلام نے دونوں کے درمیان مساوات کا سلوک کیا اور ان کے درمیان کسی قسم کا کوئی امتیازی سلوک روا نہ رکھا اس پر عرب خاتون نے سخت اعتراض کیا، اس وقت علی علیہ السلام نے دونوں ہاتھوں میں زمین سے مٹی اٹھائی اور مٹی کو دیکھتے ہوئے فرمایا:

میں جتنا بھی غور کرتا ہوں مجھے خاک کی ان دو مٹھیوں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا"

علی علیہ السلام نے اس لطیف عملی مثال کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور قول کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"کلکم لادم و آدم من تراب لافضل لعربی علی عجمی الّا بالتقویٰ"

ترجمہ: "سب آدم کی اولاد میں اور آدم مٹی سے بنے ہیں کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے مگر تقویٰ کے لحاظ سے۔"

پس فضیلت کا معیار تقویٰ ہے، نسل، نسب اور قومیت معیار فضیلت نہیں ہے جب سب آدم کی اولاد ہیں تو پھر نسل پرستی کیسی؟

یہ تھے علی علیہ السلام کے عدل وانصاف کے چند پہلو جن کا ذکر کیا گیا ہے۔

یہ سب پہلو قرآن کی تعلیمات کی عملی تصویر ہیں یہ علی علیہ السلام ہی کا کمال ہے کیونکہ قرآن ان کے رگ وپے میں سرایت کر چکا تھا وہ قرآن کی روح سے مکمل طور پر آگاہ تھے۔

*****

حوالہ جات

1۔ نہج البلاغۃ۔ خطبہ قاصعہ (اردو ترجمہ خطبہ۔190، ص45، 544

2۔ عاملی، شیخ حر، وسائل الشیعہ ج27 ص33، مسند احمد بن حنبل، ج3، ص17 صحیح ترمذی، ج2، ص308

3۔ مجلسی، محمد باقر، بحارالانوار، باب احوال ام سلمہ، ج22، ص223، موسسہ الوفاء بیروت، لبنان، 1414ہجری۔

4۔ مستدرک علی الصحیحین، ح4685، لطبرانی۔ المعجم الصغیر۔ الجزء (ا) ص: 255 ح 721۔۔المعجم الاوسط ج (۵) ص: 135 ح 5037، الموفق الخوارزمی۔ المناقب: ص: 260، ح214، القندوزی الحنفی ینابیع المودۃ: ج ا، ص124، ح56، القندوزی الحنفی ینابیع المودۃ، ج2، ص403، ح54، ابن الحجر الہیثمی: الصواعق المحرقہ، ص191، دارالکتب العلیہ، بیروت 1983۔

5۔ بحارالانوار، ج8، ص456 (بی تا)

6۔ احمد بن حنبل، مسند احمد، فضائل الصحابہ ومن فضائل علیؑ، حدیث 1047، ابن کثیر: البدایۃ والنہایۃ، سنۃ اربعین من المہجرۃ النبویۃ، حدیث: الصدقہ بالخاتم وھو راکع، ج11، ص101، باب ذکر شیئ من فضائل امیر المومنین علی بن ابی طالب۔ ابن الاثیر اسد الغایۃ، ج4، ص32، حاکم، مستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ علی مع القرآن والقرآن مع علی، حدیث 4605، ھیثمی، مجمع الزوائد، کتاب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب باب فی قتالہ ومن یقاتلہ، ج9، ص133۔ طبرانی، معجم الصغیر، ج1، ص255، حدیث 721، بیہقی، دلائل النبوۃ، جماع ابواب غزوۃ تبوک، حدیث 2753، نسائی، سنن الکبریٰ، کتاب الخصائص، حدیث 7313

7۔ مقدمہ تفسیر البرہان۔16

8۔ حلیۃ الاولیاء، ص67/1

9۔ انساب الاشراف 99/1

10۔ بحارالانوار۔ ج40، ص38

11۔ کلینی، محمد یعقوب۔ اصول کافی، ج1، کتاب فضل العلم، باب اختلاف الحدیث، ج1، ص108 (ترجمہ فارسی) حدیث ا، انتشارات اسوہ، قم 1370 ہو شمسی۔

12۔ البلاغی، محمد جواد، الاء الرحمٰن فی تفسیر القرآن، ص38، قم، مکتبۃ الوحدانی

13۔ الاتقان 233/4

14۔ الکافی، ج ا، ص۱۸۹۔۱۹۰

15۔ حدید: 25

16۔ مائدہ: 42

17۔ النساء: 58

18۔ ابن شہر آشوب۔ المناقب ج2، ص109

19۔ النساء: 135

20۔ النساء: 135

21۔ ابن شہر آشوب۔ المناقب ج2، ص110

22۔ اسے سیوطی نے اللائی کے حاشیہ ص54، حافظ گنجی فی الباب 62، ص256

23۔ ابن مغازلی الشافعی، مناقب ص129، ح170، جوینی فرائد السمطین ج1، ص50، ح15، الفاظ کے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ۔

24۔ خطیب بغدادی، ج5، ص37؛ خوارزمی، مناقب ص235؛ قندرزی، ینابیع المودۃ ص233؛ الفردوس ج5، ص305، ح8265۔

25۔ الحرالعاملی، شیخ محمد بن حسن، وسائل الشیعہ، تحقیق شیخ عبدالرحیم ربانی شیرازی، ج18، 157، الکلینی، ابو جعفر محمد بن یعقوب (متوفی 328) (25)

26۔ جورج جراق، الامام علی صوت العدالۃ الانسانیۃ۔ ص49، شرح، نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، چاپ بیروت، ج4، ص185

27۔ ابن اثیر، الکامل، ج3، ص104، الامام علی صوت العدالۃ الانسانیۃ، ص23، بحار، ج9، (چاپ تبریز) ص598

28۔الکلینی، ابو جعفر محمد بن یعقوب ،روضۃ الکافی ، ص69، حدیث26) ، الروضۃ الکافی، تصحیح علی اکبر غفاری، ص69، ج26 دار الکتب الاسلامیہ ، طہران۔

29۔یونس:57

30۔انعام:152

31۔(ہود:85۔86)

32۔الاستعیاب بہامش الاصابۃ، ج3، ص48

33۔نہج البلاغہ اردو ترجمہ مفتی جعفر حسین، خطبہ 221، ص624،625

34۔نہج البلاغہ اردو ترجمہ مفتی جعفر حسین، خطبہ 22، ص624